سلسلہ اصلاحی مجالس

آزمائش کی حقیقت

حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

سلسلہ اصلاحی مجالس

آزمائشوں کی حقیقت

حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

بانی: مرکز فہمِ دین، جامع مسجد بیت السلام

ڈیفنس فیز 4، کراچی

مکتبہ فہمِ دین (وقف)

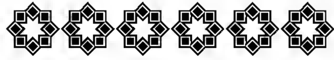
❖ نام کتاب: آزمائشوں کی حقیقت

❖ وعظ: حضرت مولانا عبدالستار صاحب زید مجدہم

❖ تاریخِ طبع: (طبع ثانی) جمادی الاولیٰ/۱۴۲۹ ہجری

❖ تعداد: ۱۱۰۰

❖ ناشر: مکتبہ فہمِ دین (وقف) ڈیفنس فیز۴



ملنے کا پتہ

مکتبہ فہمِ دین (وقف) نزد جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس فیز۴۔ کراچی

فون: 021-4255122. 021-2029184

www.fahmedeen.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

﴿ وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ o﴾ (سورۃ الشوریٰ:۳۰)

و قال اللہ تعالیٰ: ﴿ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ o ﴾ (سورۃ الزمر:۱۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

میرے معزز مسلمان بزرگو، عزیز بھائیو اور امت مسلمہ کی مقدس ماؤں اور بہنوں!

ہر انسان پر مختلف حالات آتے ہیں۔ کبھی خوشی کے، کبھی غم کے، کبھی صحت کے، کبھی بیماری کے، کبھی حالات سازگار، کبھی ناساز، کبھی طبیعت کے مطابق، کبھی

طبیعت کے مخالف، یہ حالات اس دنیا میں ہر انسان پر آتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی فرد اگر چہ اس کے پاس بے پناہ وسائل، ان گنت اسباب اور بے تحاشا مادیت کے ذخائر ہوں، اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ سب کچھ اسی طرح ہو رہا ہے جس طرح میں چاہ رہا ہوں۔ مختلف قسم کے حالات انسان پر آتے ہیں۔ لیکن مومن کا معاملہ اس لحاظ سے بڑا خوش آئند اور خوش نصیبی والا ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ تعجب بھی ہے کہ یہ جس حال کے اندر بھی ہو، اس کے مزے ہی مزے ہیں۔ اس کی شان ہی عجیب ہوتی ہے۔

مومن کی عجیب شان

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَ لَیْسَ ذَالِکَ لِأَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءٌ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ وَ اِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ" (مشکوۃ المصابیح، باب الصبر، ج۲، ص۴۵۲)

"مؤمن کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے، اگر اللہ اسے نعمتیں دے اور وہ ان نعمتوں پر شکر بجالائے، تب بھی اس کی آخرت سنورتی ہے، اور اگر اس پر کوئی ابتلاء اور آزمائش آجائے، اور وہ اس پر صبر کرے تب بھی اس کی آخرت بنتی ہے۔"

قسمت سے محروم کون؟

لیکن شیطان اس موقع پر ہمیں راہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ جب اللہ دیتا ہے تو وہ (شیطان) ہمیں غافل کر دیتا ہے۔ اور جب اللہ ہم سے کچھ لے لیتا ہے تو ہمیں مایوس کر دیتا ہے۔

یہ بڑے خسارے کا سودا ہے کہ جب اللہ عطا فرمائے تو بندہ اس سے غافل بن جائے۔ اور یہ بھی بڑے خسارے کا سودا ہے کہ اللہ لے لے اور بندہ اس کی وجہ

سے مایوسی کی طرف چلا جائے۔اور اللہ کے دَر سے محروم ہو جائے۔اگر کسی بندے پر مصیبت اور ابتلاء آجائے اور وہ بندہ اس پر بے صبری کا مظاہرہ کرے تو مصیبت تو نہیں ٹلتی،البتہ یہ شخص ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔اجر سے محروم ہو جاتا ہے۔مصیبت اپنی جگہ موجود رہتی ہے وہ نہیں جاتی لیکن یہ بدقسمت انسان ثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔جو مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

بیماری اور مصیبت، باعثِ اجر وثواب

تو میرے عزیزو! دونوں قسم کے حالات اس دنیا میں انسان پر آتے ہیں۔ لیکن جسے اللہ ایمانی بصیرت دے دے۔ پھر وہ آزمائش کی گھڑیوں میں رہ کر بھی اللہ کا قرب پاتا رہتا ہے۔

ایک موقع پر امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ چراغ پاس پڑا ہوا تھا۔ ہوا آئی اور چراغ بجھ گیا۔تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَا جِعُوْنَ".

امی رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اے اللہ کے رسول یہ جو آپ نے کلمات پڑھے ہیں۔ یہ تو کسی بڑی مصیبت کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:"

عائشہ! یہ بھی ایک مصیبت تھی کہ تم روشنی سے تاریکی میں آ گئی، اس پر بھی تمہارے دل میں تکلیف ہوئی، میں نے یہ کلمات کہہ دیئے، تو اللہ پاک اس پر بھی اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔" (تفسیر جلالین، سورہ البقرۃ، ج۱، ص۲۲)

مومن کو تو اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے۔اس کی ہر پریشانی آخرت میں اس کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔

مؤمن کا معاملہ بڑا عجیب ہے

حضور ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ جب مومن بندہ آزمائش کی گھڑیوں میں، بیماری کی حالت میں زبان سے (آہ آہ) کی آوازیں نکالتا ہے۔تو اللہ پاک فرشتوں سے فرماتے ہیں۔اس بندے کی آہ آہ کے بدلے میں سبحان اللہ لکھ دو۔جب اس کی تکلیف اور بڑھتی ہے اور وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگتا ہے تو اللہ پاک فرشتوں سے کہتے ہیں،اس کے بدلے میں "لا الہ الا اللہ" لکھنا شروع کر دو اور پھر جب یہ بندہ تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے اٹھنے کے قابل نہیں رہتا اور بستر پر پڑا رہتا ہے تو اللہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ اس کی طرف سے تم صدقات کا ثواب لکھتے چلے جاؤ اور پھر جب یہ مومن بندہ تکلیف کی وجہ سے کروٹیں لیتا ہے تو اللہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ اس کے لئے ایسا ہی اجر وثواب لکھ دو جیسے کہ ایک مجاہد کو دشمن پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے کی وجہ سے ملتا ہے۔ (صحیح مسلم، ج۲، ص۳۱۸)

تو میرے عزیزو! مومن کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے۔

اللہ کی محبت کا انوکھا انداز

رسول کریم ﷺ نے تو ایک بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی:

"مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا عَجَّلَ اللّٰہُ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا"

(ترمذی، ج۲، ص۷۵)

جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرتا ہے اس (کے برے اعمال کی

سزا) میں جلدی کرتا ہے اور سزا اسی دنیا میں دے دیتا ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

”اِذَا أَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلاَ ہُ فَصبَرَ ہُ“

(ابن ابی الدنیا بحوالہ احیاء العلوم، ج ۴، ص ۱۷۶)

جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کسی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور (فَصَبَرَ ہُ) پھر اللہ اسے صبر کی توفیق بھی دے دیتا ہے۔

آزمائش میں صبر کا اجر

حدیث میں آتا ہے کہ کل قیامت میں اللہ رب العزت جب حساب وکتاب کا سلسلہ شروع فرمائیں گے، تو کچھ لوگ ایسے اہلِ اعمال ہوں گے کہ بہت سی نمازیں لے کر آئیں گے، نفلی روزے، نفلی صدقات اور نفلی خیرات لے کر آئیں گے لیکن جب ان کا میزان قائم کیا جائے گا تو کچھ لوگوں کو اللہ بلائے گا اور ان کو بے انتہا اجر وثواب بلا حساب دے دے گا، بغیر گنتی کے عطا کر دے گا۔ جب یہ اعمال والے دیکھیں گے تو کہیں گے، یہ کس چیز کا اجر ہے؟ کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو آزمائشوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر وثواب دے گا۔

﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (سورہ الزمر:۱۰)

”صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔“

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ محشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کہیں گے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا مجھ پر حق ہے؟ (اللہ پر تو کسی بندے کا حق ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بطور شفقت کے بعض لوگوں کا حق اپنے ذمے لے لیتے

ہیں) جواب نہ ملنے پر اللہ رب العزت پھر یہ اعلان فرمائیں گے: کہاں ہیں وہ لوگ جن کا مجھ پر حق ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں اللہ نے دنیا میں کسی آزمائش میں مبتلا کیا اور آزمائش کی وجہ سے ان کی آنکھیں تر ہو گئیں لیکن اس آزمائش میں بھی انہوں نے اللہ کو یاد رکھا۔ تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ مجھ پر ان کا حق ہے آج میں ان کا حق ادا کروں گا اور ابھی محشر میں حساب وکتاب کا سلسلہ چل ہی رہا ہوگا کہ ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ سوال ہوگا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نعمتوں اور آزمائشوں دونوں کے اندر اللہ کی تعریف کیا کرتے تھے، اللہ کو بھولا نہیں کرتے تھے۔

آزمائش کے تین مختلف پہلو

تو میرے عزیزو! دنیا کے اندر کوئی انسان ایسا نہیں جس پہ آزمائش نہ آتی ہو، وہ تو آنی ہے لیکن خوش قسمت ہے وہ انسان جو اس آئی ہوئی آزمائش کو اپنے لئے رحمت بنا لے، اپنی آخرت کے سنورنے کا ذریعہ بنا لے، صبر کر کے اپنے اللہ کو راضی کر لے۔

میرے عزیزو! دنیا میں ہر آنے والی مصیبت اور آزمائش کے تین مختلف پہلو ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ آنے والی مصیبت اور آزمائش اس کے گناہوں کی سزا ہو۔

دوسرا یہ کہ آنے والی مصیبت اور آزمائش اس کے گناہوں کا کفارہ ہو۔

تیسرا یہ کہ آنے والی مصیبت اور آزمائش اس کے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہو۔

ہر مرد اور عورت پر آنے والی مصیبت انہی تین رخوں سے آتی ہے، کہ آنے والی مصیبت یا تو گناہوں کی سزا ہوتی ہے یا گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے یا درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتی ہے۔

مصائب کی پہچان کا طریقہ

ان مصائب کی پہچان کے لئے علامات بھی ہیں کہ ہم پہچان سکیں کہ آنے والی مصیبت کس رخ سے آئی ہے، اس کی نوعیت کیا ہے؟

پہلی علامت

اگر مصیبت آئی، آزمائش آئی اور اس کے بعد بھی زندگی سے گناہ ختم نہ ہوئے، اور بندہ اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا، زندگی کی جو ترتیب تھی وہی چلتی رہی یا اس سے بھی بدتر ہوگئی تو سمجھو کہ آنے والی مصیبت اللہ کی طرف سے گناہوں کی سزا ہے۔

کاروباری مصیبت آجائے، صحت کے رخ سے کوئی بیماری آجائے، گھر کے اندر کوئی چوری یا ڈاکہ پڑ جائے، کسی بھی قسم کی مصیبت آجائے، ہر حال میں ہم اپنی حالت کا محاسبہ کریں کہ میری حالت اس گھڑی کیا ہے تو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مصیبت کس نوعیت کی ہے، یہ آزمائش کس نوعیت کی ہے؟

دوسری علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ اگر آزمائش کی اس گھڑی میں، مصیبت کی گھڑی میں بیماری کی گھڑی میں، نقصان کی گھڑی میں یہ بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا، توبہ تائب

ہوگیا اور اس کی زندگی کا رخ بدل گیا، اللہ کے سامنے گڑگڑانے لگ گیا تو سمجھو کہ آنے والی مصیبت اور آزمائش اس کے پچھلے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن رہی ہے اور آئندہ کی زندگی کے بدلنے کا سبب بن رہی ہے۔ تو پھر یہ آنے والی مصیبت دیکھنے میں تو مصیبت ہے لیکن حقیقت میں رحمت ہے، اگرچہ دیکھنے میں زحمت ہے لیکن حقیقت میں وہ رحمت ہے، ہاں دیکھنے میں اگرچہ وہ آزمائش اور مصیبت نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں وہ اس کی بلندیوں کا ذریعہ ہے۔

نعمتوں کے ذریعے آزمائش

جیسے بسا اوقات نعمتیں دیکھنے میں تو نعمتیں لگتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ اللہ کی پکڑ کا ذریعہ ہوا کرتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ

> ’’اللہ نعمتوں کے دروازے کھول رہا ہے اور بندہ اللہ کی نافرمانی میں پہلے سے زیادہ بڑھ رہا ہے اور اس کی گرفت نہیں ہو رہی، اس کی پکڑ نہیں ہو رہی تو یہ گناہگار بندہ سمجھ رہا ہے کہ یہ آنے والی نعمت بڑی خوبصورت نعمت ہے، حالانکہ حقیقت میں یہ زحمت ہے جسے اللہ نے بطور استدراج اور ڈھیل کے اسے عطا کر رکھا ہے۔‘‘ (تنبیہ الغافلین، ص۱۲۱)

بظاہر شکل کے لحاظ سے، دیکھنے کے لحاظ سے وہ نعمت ہے لیکن حقیقت میں زحمت ہے۔

اسی طرح میرے عزیزو! بسا اوقات آزمائش دیکھنے میں مصیبت نظر آتی ہے لیکن بندہ اس مصیبت کی گھڑی میں اللہ کی طرف مائل ہو جائے، توبہ تائب ہو جائے

اور اپنے گناہوں کو چھوڑ دے تو مصیبت حقیقت میں اس کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر رہا ہے اور اس کو اپنی زندگی کی ترتیب بدلنے کی توفیق اللہ کی طرف سے مل رہی ہے، یہ دو صورتیں تو عام مومنوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔

اللہ کے مقبول بندوں پر آزمائش زیادہ آتی ہے

تیسری صورت اللہ کے مقبول بندوں کے ساتھ پیش آتی ہے، جن کی زندگی میں گناہ نہیں ہوتے، حضرات انبیاء علیہم السلام؛ آزمائشیں ان پر بھی آئی ہیں بلکہ پیارے رسول ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا:

"أَشَدُّ النَّاسِ بَلاَءً اَلْاَ نْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَ مْثَلُ فَالْاَ مْثَلُ"

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ج ۲، ص ۶۵)

سب سے زیادہ آزمائش حضرات انبیاء پر آتی ہے، پھر جس کی زندگی جتنی زیادہ انبیاء سے میل کھائے، اتنی ہی اس پر آزمائش آتی چلی جاتی ہے۔

یہ بات سمجھنے کی ہے کیونکہ آج ہمارا ذہن مادیت میں ایسا مشغول ہے کہ اللہ کے ہاں جو مقبولیت (پسندیدگی) اور مردودیت (دھتکارے جانے) کا معیار ہے ہمارے دل ودماغ سے وہ اوجھل ہو چکا ہے۔ ذہن مادیت سے کچھ ایسا متاثر ہے کہ اللہ کے ہاں قبول ہونے اور رد ہونے کی جو علامات ہیں وہ ہمارے دل ودماغ سے کھو چکی ہیں۔

ہم معیار بدل چکے ہیں، جس کے پاس مادیت بہت ہے ہم کہتے ہیں بڑا ہی مقبول ہے اور جس پر اللہ کے دین کے خاطر آزمائش در آزمائش آئے تو ہم اسے کچھ

اور رنگ دے دیتے ہیں۔

تو ان اللہ کے مقبول بندوں پر جو آزمائش آتی ہے وہ درجات کی بلندی کے لئے آتی ہے، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ ایک بندے کے لئے بلند مقام طے کر لیتا ہے لیکن بندہ اپنی کمزوری کی وجہ سے وہ اعمال نہیں کر پاتا کہ اس بلند مقام تک رسائی حاصل کر سکے۔ اب اللہ اس پر آزمائش لاتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسے وہ بلند مقام نصیب فرماتا ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۴، ص ۱۷۴)

تو جن لوگوں کی زندگی میں گناہ نہیں ہوتے پھر بھی ان پر آزمائش آتی ہے تو اس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

میرے محترم عزیزو! اس دنیا میں آزمائش تو آنی ہے بلکہ مختلف قسم کی آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ لوگوں کی طرف سے، کاروباری لحاظ سے، خاندانی لحاظ سے، بعض اوقات لوگوں کی باتیں بھی سننی پڑتی ہیں۔ جب آدمی دین دار بنتا ہے تو کتنوں کی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کے اندر کمال زیادہ ہوتا ہے اس کے حاسدین بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا صبر

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر فن میں کمال دیا تھا چنانچہ آپ کے حاسدین بھی بہت تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا (اس وقت آپ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ کی والدہ کی عمر تقریباً نوے (۹۰) سال کے قریب تھی۔) اس نے آپ کو اپنی باتوں کے ذریعے تکلیف دینا چاہی اور کہنے لگا: آپ کی والدہ بڑی حسین وجمیل

عورت ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ انہیں نکاح کا پیغام دوں ۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کا مقصد سمجھ گئے ۔آپ نے اسے جواب دیا کہ کہ میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں،ان کی اجازت کے بغیر تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا،میں ان کی اجازت لینے کے لئے چلتا ہوں۔ حضرت اٹھے اور ابھی چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اس شخص کے پیٹ میں کوئی ایسی تکلیف ہوئی کہ وہ وہیں مر گیا۔ (اسلاف کے ایمان افروز واقعات،ص ۱۲۸)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صبر نے اس کی جان لے لی۔جب بندہ صابر بنتا ہے تو پھر اللہ اس کا معاون بنتا ہے۔

سبق آموز واقعہ

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے۔بڑا ہی سبق آموز واقعہ ہے۔اللہ کا ایک نیک بندہ کہیں جا رہا تھا۔چلتے چلتے اس کے پاؤں کا کیچڑ کسی عورت کے کپڑوں پر جا لگا،اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا،اس سے اس کے شوہر کو بہت تکلیف ہوئی۔اسے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی ،اب بیوی کے کپڑے خراب ہونے پر شوہر نے اس بزرگ کو بہت برا بھلا کہا اور تکلیف بھی دی ،لیکن یہ بزرگ چپ کر کے چلے گئے۔ آگے گئے تو ایک شخص نے اکراماً کچھ پینے کو پیش کیا۔بزرگ نے اللہ سے عرض کیا: یااللہ! تیرا معاملہ بھی عجیب ہے۔کچھ تو مارتے ہیں،کچھ کے ہاتھوں سے تو پلواتا ہے۔ اُدھر وہ تکلیف دینے والا جوڑا جب گھر پہنچا تو اس عورت کے شوہر کا سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پاؤں پھسل گیا،وہ آدمی گرا اور مر گیا۔اب اس عورت کو احساس ہوا کہ شاید اس بزرگ نے بددعا کر دی۔لوگوں نے اس بزرگ کے پاس آکر اس واقعہ کا تذکرہ کیا

اور کہنے لگے کہ آپ نے اتنی چھوٹی سی بات پر بددعا کر دی؟ بزرگ نے کہا: بددعا نہیں کی بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ عورت شوہر کو بہت محبوب تھی،اس کی تکلیف کو شوہر برداشت نہیں کر سکا۔اللہ کو مجھ سے محبت تھی۔اس شخص نے مجھے تکلیف دی تو اللہ کو بھی یہ برداشت نہ ہوا۔

میرے دوستو!اسی کو اللہ پاک نے کہا ہے کہ اللہ کے اولیاء سے دشمنی ایسی ہے جیسے اللہ سے اعلان جنگ کرنا۔ (مشکوٰۃ،ج ۱،ص ۱۹۷)

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ جب بندہ صابر بنتا ہے تو اللہ اس کا معاون بنتا ہے۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ (سورۃ البقرہ:۱۵۳)

آزمائش پر اپنا احتساب کیجئے

تو میرے عزیزو!انسان کے اوپر دنیا کے اندر مختلف قسم کے حالات آتے ہیں۔عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان حالات کا پہلے جائزہ لیا جائے کہ یہ حالات کس نوعیت کے ہیں، واقعی زحمت ہیں یا پھر بصورت زحمت ہیں۔اب اس صورت کے اندر پہلے تو اپنا احتساب کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اگر گناہوں سے پاک زندگی گزر رہی ہے اور پھر بھی کوئی آزمائش آجائے تو سمجھ لیں کہ یہ اللہ کے پیار کا ایک انداز ہے۔

صبر کا پہلا درجہ

میرے عزیزو!ایک درجہ صبر کا یہ ہوتا ہے کہ مصیبت آئی ،تکلیف آئی ، نہ زبان پر اس کا شکوہ ہے،نہ دل میں اس کا شکوہ ہے۔زبان پہ اس کا تذکرہ نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے والد کو بھی نہ بتایا جائے ،یہ مطلب نہیں کہ اپنی بیوی کو بھی نہ بتایا

جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت کے چرچے نہ ہوں، تذکرے نہ ہوں، دل سے شکوہ بھی نہ ہو۔ یہ صبر کا ایک درجہ ہے۔

صبر کا دوسرا درجہ

اس سے بڑا صبر کا درجہ یہ ہے کہ آدمی اس آزمائش پر دل و جان سے راضی ہو۔

صبر کا سب سے اعلیٰ درجہ

صبر کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی آزمائش پر خوشی کا اظہار کرے، خوش ہو جائے کہ یہ بھی میرے اللہ کے پیار کا ایک انداز ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ دعا نہ کرے۔ دعا تو بندگی کا تقاضا ہے، دعا بھی کرے۔ اور آزمائش پر خوشی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ یہ کہے کہ میرے اللہ نے مجھ سے پیار کا ایک انداز اختیار کیا ہے۔

اسی طرح میرے عزیزو! جس سے محبت ہوتی ہے وہ کوئی کام آپ کے ذمے لگائے اور اسے کرنے کا کہے، اگرچہ اس کام کے کرنے میں آپ کو تکلیف بھی ہو، مشقت بھی ہو تب بھی آپ وہ کام ضرور کریں گے۔ ظاہری طور پر مشقت تو ہوتی ہے لیکن اندر سے دل میں کتنی خوشی ہوتی ہے کہ اچھا بھئی، چلو کسی بہانے ہمیں یاد تو کیا، انہیں ہمارا خیال تو آیا، تو اسی طرح صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ دل و جان سے تمام آنے والے حالات پر راضی رہے۔

جیسے ایک بہت قریبی دوست آتا ہے اور پیٹھ کے پیچھے سے آکر زور سے دبا دیتا ہے۔ دیکھنے والا تیسرا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو تو بڑی تکلیف ہو رہی ہے کہ دوسرا

شخص اسے دبا رہا ہے۔ لیکن جیسے ہی یہ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے کہ سالہا سال سے جدا ہونے والا دوست ہے تو بے انتہا خوشی ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ اچھا تم ہو! لو اور دبا لو۔ اسی طرح جب مؤمن بندے کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ تیری محبت کا یہ انداز ہے تو میں اس پر بھی راضی ہوں۔

آزمائش کے راستے سے عافیت بھی ملتی ہے

اس لئے میرے دوستو! زندگی میں صبر ہونا چاہئے، اور پھر اللہ کا ایک وعدہ ہے کہ بندہ جب صبر کرتا ہے تو بسا اوقات اس دنیا کے اندر جس رخ سے اس پر آزمائش آتی ہے، اسی رخ سے اللہ رب العزت اسے عافیت بھی نصیب فرما دیتا ہے، اسی رخ سے اللہ اسے نجات بھی دے دیتا ہے، اسی رخ سے اللہ پاک پھر اسے عزت بھی دے دیا کرتا ہے۔

موت کے اسباب میں حفاظت

قرآن میں ایک واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں ڈال کر صندوق کو دریا میں بہا دو تو انہوں نے بلا جھجک بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ اب یہ دل گردے کی بات ہے، اندازہ کیجئے کہ کتنا بڑا دل ہے اس عورت کا کہ اپنے لختِ جگر کو اپنے ہاتھ سے صندوق میں ڈال رہی ہے جو خود موت کا سامان ہے اور اگر بالفرض بچہ صندوق میں بچ بھی گیا تو دریا کی تند و تیز لہروں سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ یہ سرکش لہریں بھی موت کا سامان ہیں۔ اور پھر یہ بھی پتہ ہے کہ اس دریا کا رخ دشمن کے گھر کی طرف ہے جو کہ مستقل

موت کا سامان ہے۔ موت کے تین اسباب وسامان اس عورت کے سامنے ہیں لیکن چونکہ اللہ کا حکم ہے، اس لئے اللہ کے حکم کو بجالاتے ہوئے یہ کام کررہی ہے اور پھر اسی پر صبر کررہی ہے۔ پھر آگے چل کر اللہ نے دکھایا کہ یہ پانی جو آزمائش کا سبب بنا، یہی پانی ان کی پوری قوم کی نجات کا ذریعہ بھی بنا، پوری بنی اسرائیل قوم کو اللہ نے اسی پانی کے ذریعے نجات دی اور ان کے دشمن کو اللہ نے اسی پانی میں غرق کیا۔

(البدایۃ، ج:۱،ص:۴۱۱۔۴۱۹، دارالفکر)

تو بسا اوقات اللہ رب العزت یہ دکھاتا ہے کہ جس رخ سے مصیبت آئی ہے، اگر اس پر تم نے صبر کیا تو اسی رخ سے اللہ تمہیں عافیت بھی دے گا، نجات بھی دے گا۔

صبر کا نعم البدل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی زبان سے ایک بات سن رکھی تھی کہ جب بندہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنے کا حق ادا کرتا ہے تو اللہ اس کو اس سے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھے تھے، انہیں ان کا بہت غم تھا۔ دل کے اندر ایک خلش تھی کہ میرا شوہر جو کہ ایسا اور ایسا تھا اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ اب غم بھی ہے لیکن صبر بھی کر رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔ خلش تو تھی دل میں لیکن نبی ﷺ کی بات پر بھی پورا یقین تھا، لہٰذا صبر کرلیا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سوچتی تھی کہ اللہ رب العزت کیا انتظام

فرماتے ہیں؟ دیکھا تو کچھ عرصے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد فرماتی تھیں کہ ہاں واقعی بندہ جب صبر کرتا ہے تو اللہ اس مطلوب سے بہتر چیز دنیا یا آخرت میں ضرور عطا فرماتا ہے۔

(ابن کثیر، ج۱،ص۱۲۳،۱۲۴)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً ﴾ (سورۃ الانشراح:۵)

''پس بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

مشکل کے بعد آسانی ہے اور یہ اتنا زوردار جملہ ہے کہ تاکید در تاکید، ارے! مشکل کے بعد آسانی ہے، بلکہ قرآن کی اگلی آیت کا مفہوم ہے کہ اللہ ایک مشکل کے بدلے دو آسانیوں سے نوازے گا۔

آزمائش میں بے صبری، محرومی کا باعث

تو میرے دوستو! آزمائش میں، مصیبت میں، بیماری میں، دکھوں میں، بے صبری کرنے سے مصیبت نہیں ٹلتی۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ آدمی نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ پاک نے قرآن میں بڑے ہی پیارے انداز میں پکارا ہے۔ تین لقب دیئے۔ صابر، نعم العبد، اواب۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا وَجَدْ نَا هُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ﴾ (سورہ ص:۴۴)

''بے شک ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا (صبر کرنے والا)، بہت خوب بندہ، بیشک وہ رجوع کرنے والا ہے۔''

یعنی بڑا صابر ہے، کیا ہی اچھا بندہ ہے، کتنا ہی رجوع کرنے والا ہے۔ یہ تین القاب اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دیئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام خوب عبادت گزار تھے، اللہ نے اولاد لے لی، جوان اولاد۔ اللہ رب العزت نے مال لے لیا۔ اللہ رب العزت نے صحت لے لی، اور صرف صحت ہی نہیں لی بلکہ تکلیف دہ بیماری نے بھی انہیں آن لیا۔ سب ہی نے قریب رہنا چھوڑ دیا۔ ایک سال نہیں، دو سال نہیں، تین سال نہیں بلکہ سترہ سال تک۔ اولاد بھی نہیں، وہ بھی مرگئی، مال بھی سب چلا گیا، سترہ سال تک بیمار بھی رہے۔ شیطان نے بہت کوشش کی کہ ان کا راستہ کاٹوں لیکن ایک مرتبہ جب اس لعین نے حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ

''اے اللہ میں تیرے فیصلے پر راضی ہوں، جو ہو چکا سو ہو چکا۔ تو اگر مجھے سو سال کی بھی عمر دے گا تب بھی میں تیرا در نہیں چھوڑوں گا۔''

تب شیطان ان کی جانب سے مایوس ہو گیا۔ کہنے لگا کہ ان پر تو کوئی داؤ نہیں چلتا، چلو ان کی بیوی کو بہکاتے ہیں۔

شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے پاس طبیب کی شکل میں آیا اور ان سے کہنے لگا: میں آپ کے شوہر کو صحیح کرنے کا علاج بتاتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ (اب وہ عورت تھیں اور انہیں اپنے شوہر کی صحت کی بڑی فکر رہتی تھی) کہنے لگیں: ضرور بتاؤ۔ شیطان نے کہا میری ایک شرط ہے کہ تمہیں میرے سامنے سجدہ کرنا پڑے گا۔ یہ بات سن کر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا، میں پہلے حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھوں گی پھر بتاؤں گی۔ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں تو آپ علیہ السلام نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا کہ تم نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ

کیوں نہیں کیا؟ جس نے اپنے سامنے سجدہ کرنے کی بات کی تھی وہ تو شیطان تھا۔

(تفسیر قرطبی، ج۸، جز۱۵، ص۱۳۶)

اللہ کا بتایا ہوا وظیفہ بہتر ہے

آج بھی چونکہ بے صبری کا دور ہے تو ان عاملوں کے پاس خوب ہجوم ہے۔ ان کے تعویذ گنڈوں کی دکان خوب چل رہی ہے۔ لوگ بھی خوب جا رہے ہیں ان کے پاس اپنی مصیبتوں کے بامعاوضہ حل خریدنے کے لئے۔ ارے! ایک وظیفہ اللہ نے بھی تو بتایا ہے نا۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ کہ صابر بن جاؤ، اللہ کی مدد ساتھ ہو جائے گی۔ یہ وظیفہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک اور وظیفہ اللہ نے بتایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (سورۃ الطلاق:۲)

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ پاک اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔''

اپنا محاسبہ کیجئے، گناہوں سے برات کا اعلان کیجئے، اللہ ہر مشکل سے آسانی کا راستہ نکال دے گا۔ چونکہ آج کل بے صبری کا دور ہے، اللہ کی ذات پر یقین نہیں رہا، زندگی سے گناہ نکالنے کی ہمت ہی نہیں رہی، اس لئے آج کا مسلمان چاہتا ہے کہ گناہ بھی کرتا رہے اور اللہ کی رحمت بھی اس پر نازل ہوتی رہے۔

نعوذ باللہ اپنے عمل سے یوں ہی ظاہر کرتا ہے۔ انجام سے بے نیاز گناہ کرتا رہتا ہے لیکن یہ یقین بھی رکھتا ہے کہ چند وظیفوں سے میرا کام بن جائے گا۔ اسی لئے تو ان عاملوں کے پاس خوب ہجوم ہے۔

اس بات کی کسی کو پرواہ ہی نہیں ہے کہ ان پیروں میں کون مشرک ہے، کون بدعتی ہے، کون اس کے دین سے کھیل رہا ہے، کون اس کی دنیا اور ایمان دونوں برباد کر

رہا ہے، اس بات کی کوئی فکر نہیں، فکر ہے تو صرف یہ کہ کوئی وظیفہ ملنا چاہئے۔

ارے! اللہ کا قرآن وظیفوں سے بھرا پڑا ہے، اور قرآن کا اصل وظیفہ عمل کا ہے۔ اسے کرنا پڑے گا اور زندگی بدلنی پڑے گی کیونکہ بے صبری کا دور ہے۔ یہ محاسبہ کوئی نہیں کرتا کہ آنے والی مصیبت کہیں میرے گناہوں کی سزا تو نہیں، اس لئے آج ہم پستی میں گرتے چلے جارہے ہیں۔ یہ بات کوئی نہیں سوچتا بلکہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم نے یہ کیوں کہا کہ میں پوچھتی ہوں؟ تم نے غیرت ایمانی کا اظہار کیوں نہیں کیا؟ جب میں صحت یاب ہوں گا تو میں تمہیں سزا دوں گا، سو کوڑے ماروں گا۔ پھر سترہ سال بعد اللہ نے صحت واپس لوٹائی، اولاد بھی دی، مال بھی دیا، تب آپ علیہ السلام نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا۔

میرے عزیزو! جب اللہ رب العزت کسی کی توبہ قبول کرتا ہے تو پھر راستہ بھی بتادیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ انہیں معاف کردو اور ایسا کرو کہ چھوٹے چھوٹے تنکے جمع کرو جن کی تعداد سو (۱۰۰) ہو، انہیں جمع کرکے ان کی ایک گڈی بنالو اور ایک ہی مرتبہ بیوی کو ماردو، تمہاری قسم پوری ہوجائے گی۔ تو دیکھئے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے مقبول ترین بندے تھے لیکن پوری زندگی صبر میں گزار دی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا مثالی صبر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تینتیس (۳۳) سال تک بستر پر پڑے رہے،

نہ دائیں کروٹ، نہ بائیں کروٹ، وہیں قضائے حاجت، وہیں نماز وہیں سب کچھ، لیکن جب بھی کوئی عیادت کے لئے جاتا تو دیکھتا کہ چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ لوگ پوچھتے کہ آپ کی یہ حالت؟ آپ رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے کہ اللہ نے اگر میرے بارے میں یہ چاہا ہے تو میں اللہ کی اس چاہت پر دل و جان سے راضی ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو جب اللہ نے صحت دی تو لوگوں نے پوچھا کہ بیماری کی حالت کیسی تھی اور یہ حالت کیسی ہے؟ فرمانے لگے کہ صحت بھی اللہ کی نعمت اور بیماری بھی اللہ کی نعمت، لیکن ایک بات ہے جب میں بیمار تھا تو جب صبح ہوتی تو میرا اللہ مجھ سے پوچھتا تھا کہ ایوب تیرا کیا حال ہے؟ اس کا جو لطف اور مزہ تھا وہ اب بھی یاد آتا ہے۔

مؤمن پر آزمائش کا آنا ایمان کی علامت ہے

تو میرے دوستو اور عزیزو! یہ دنیا ان دونوں قسم کے ملے جلے حالات کا نام ہے۔ دنیا میں دونوں قسم کے حالات آتے ہیں۔ ہمیشہ ہی میں صحت مند رہوں ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہمیشہ ہی حالات میرے موافق رہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ حالات کا آنا یقینی ہے اور وہ ضرور آئیں گے لیکن مجھے اپنے اندر یہ فکر پیدا کرنی ہے کہ ان دونوں حالات میں اپنے اللہ سے تعلق کیسا رکھنا ہے؟

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کی زبانی حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن رکھا تھا کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ تیار ہوجائے آزمائش کے لئے، اس پر آزمائش ایسے آتی ہے جیسے ڈھلوان کی طرف پانی تیزی سے آتا ہے۔ اس

خاتون کی شادی ہوئی۔کافی عرصہ تک اپنے میاں کے ساتھ رہیں اورخوشی والی زندگی گزاری۔وہ اِن سے محبت کرتا تھااور یہ اُن سے محبت کرتی تھیں۔خوب خدمت بھی کرتی تھیں، ایک مرتبہ رات میں ان کے میاں نے ان سے پانی کا تقاضا کیا۔یہ خاتون پانی لے کرآئیں ۔میاں نے کہا: بتاؤ کیا چاہتی ہو؟ان صحابیہ نے کہا: میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے ایک طلاق دے دو۔(اللہ اکبر)اب میاں پریشان ہوگئے اور پوچھا کہ کیا مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف ہے؟ کیا تمہارے حقوق کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی کمی ہوگئی ہے؟ بتاؤ توسہی کیابات ہے؟ وہ کہنےلگیں کہ نہیں کوئی بات نہیں۔چونکہ آپ نے کہاتھا کہ کیا چاہتی ہو؟ تو میں طلاق چاہتی ہوں۔

اب دونوں میں یہ بات طے ہوئی کہ حضور ﷺ کے پاس جائیں گےاور آپ ﷺ سے پوچھ لیں گےاورآپ سے مشورہ کرلیں گے۔دوسرے دن یہ خاتون اوران کے شوہرحضور ﷺ سے ملنے کی خاطر اپنے گھر سے نکلے۔راستے میں چلتے چلتے ان صحابیہ کے میاں کوٹھوکرلگی، وہ گرے اوران کی ٹانگ سے خون بہنے لگا۔اب اس خاتون نے جلدی جلدی اپنادوپٹہ لیااورشوہر کاخون صاف کیا۔اس کے بعدمیاں سے کہنےلگیں کہ چلوواپس گھر چلتے ہیں، مجھےطلاق نہیں چاہئے۔شوہر نے کہا:نہیں چاہئے تو واپس چلتے ہیں۔جب واپس جانے لگےتو شوہر نے کہا کہ وجہ تو بتادو کہ واپسی کاارادہ کیوں کیا؟ بیوی نے کہا: سچی بات یہ ہے کہ میں جب سے آپ کے گھر میں آئی ہوں، میں نے آپ کی زندگی میں کوئی آزمائش نہیں دیکھی اورآپ نے کہا تھا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کے رسول سے سچی محبت کرتا ہے اس پر آزمائشیں آتی ہیں، مجھے ڈر ہوا کہ اگر آپ اللہ کے محبوب نہیں ہیں تو میری زندگی آپ کے ساتھ کیسے گزرے

گی؟اوراگرآپ واقعی اللہ کے رسول کے ساتھ محبت میں سچے ہیں تو پھرآزمائش کیوں نہیں آرہی؟اب آزمائش آگئی،اب میں مطمئن ہوں کہ اللہ کے رسول سے آپ کی محبت سچی ہے۔

نرالی سوچ

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سوچنے کا ایک انداز یہ بھی ہے۔کون با مراد ایسی نرالی سوچ رکھتا ہے؟ کہاں ہے وہ عورت جو ایسی سوچ رکھے کہ اگر زندگی گناہوں سے پاک تو یہ آزمائش بھی بلندیوں کے لئے ہے، اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہےاوراس سےآخرت سنورتی ہے۔

آپ ﷺ کی قیمتی نصیحت

جب قرآن کریم کی یہ آیت اتری:

﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَ بِهٖ﴾ (سورۃ النساء:۱۲۳)

ترجمہ: ''جوکوئی براکام کرے گااس کی سزاپائے گا۔''

اس موقعہ پرحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ

''اے اللہ کے رسول! خوشی ختم ہوگئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ جس نے بھی جوغلطی کی، کوتاہی کی اسے اس کی سزا ملے گی۔اے اللہ کے رسول! اس آیت کے بعدتو خوشی نہیں ہے۔کون ہے جوغلطیوں سے پاک ہے؟غلطی تو ہو ہی جاتی ہے۔''

اس پرآپ ﷺ نے فرمایا:

''صدیق! جب تو بیمار ہوتا ہےتب بھی تیرے گناہ معاف ہوتے ہیں، تجھے

ٹھوکر لگتی ہے تب بھی تیری خطائیں معاف ہوتی ہیں، تجھے کوئی دکھ پہنچتا ہے تب بھی تیری خطائیں معاف ہوتی ہیں، تیری ہر تکلیف کے بدلے تیری کوئی نہ کوئی چھوٹی خطا معاف کی جاتی ہے تاکہ جب تو اللہ کے پاس جائے تو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو کر جائے۔ (ترمذی بحوالہ احیاء العلوم، ج ۴، ص ۱۷۵)

اللہ کی رضا کا حقیقی معیار

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

ایک شخص اللہ کا فرمانبردار ہے، دوسرا اللہ کا نافرمان ہے۔ دونوں مچھلی کا شکار کرنے جاتے ہیں، ایک اپنے بتوں کا نام لیتا ہے اور جال پھینکتا ہے، اس کے جال میں مچھلیاں آتی ہیں۔ دوسرا اللہ کا نام لیتا ہے اور جال پھینکتا ہے اور اس کے جال میں کچھ نہیں آتا، کوشش کرتے کرتے شام ہو جاتی ہے۔ وہ اللہ کا نافرمان، غیر اللہ کا پکارنے والا اپنی مچھلیوں کا تھیلا بھر کر لاتا ہے اور یہ اللہ کا ماننے والا اپنا تھیلا خالی لے کر آتا ہے، اللہ کا فرشتہ (کراماً کاتبین، حساب کتاب لکھنے والا فرشتہ) غمگین ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! وہ تیرا نام لینے والا خالی ہاتھ آرہا ہے اور تیرے دشمنوں کا نام لینے والا مچھلیوں سے بھرا ہوا تھیلا لا رہا ہے۔ اس پر اللہ رب العزت فرشتے کو ان دونوں کا آخرت میں ٹھکانہ دکھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھ! جو مچھلیاں بھر کے لا رہا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، مچھلیاں اس کے کس کام کی؟ اور جو خالی ہاتھ آرہا ہے اس کا مسکن یہ جنت ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص ۱۲۰)

جیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ اتنے نافرمان ہیں لیکن پھر بھی مزے کر رہے ہیں اور یہ اتنے فرمانبردار ہیں پھر بھی تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ ارے! اللہ کے یہاں مقبولیت اور

پسندیدگی کا معیار کچھ اور ہے، وہ حکیم ذات ہے حکیم ذات۔

خواہشات کا پورا ہونا قبولیت کی علامت نہیں

کتب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ دو شخص ایک عیسائی اور ایک مسلمان، دونوں بسترِ مرگ پر تھے۔ بیماری کی اس حالت میں عیسائی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مجھے مچھلی کا گوشت مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ سے فرمایا کہ جاؤ اس عیسائی کے گھر کے تالاب میں ایک مچھلی ڈال آؤ تاکہ اس کی خواہش پوری ہو جائے۔ مسلمان کے دل میں یہ آرزو ابھری کہ زندگی کے اس آخری حصے میں مجھے زیتوں کا تیل میسر ہو جائے، اللہ پاک نے فرشتے کو حکم دیا کہ اس کی الماری کے اندر زیتون کا تیل ہے، جاؤ اسے گرادو۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس عیسائی کی خواہش پوری کردو اور اس مسلمان کا زیتون کا تیل گرادو۔ فرشتے نے عرض کیا: آپ کا حکم امت کی آسانی کے لئے ہے، اس کی مصلحت بھی بتا دیجئے تاکہ امت کو سبق مل جائے، انسانیت کو سبق مل جائے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

> ’’وہ جو عیسائی ہے دنیا کے لحاظ سے اس کی ایک نیکی باقی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کی اس نیکی کا بدلہ بھی دنیا کے اندر ہی دے دوں اور جب وہ میرے پاس آئے تو اس کے لئے سوائے جہنم کے اور کچھ نہ ہو، اور جہاں تک تعلق اس مسلمان کا ہے تو اس کی ایک کوتاہی اس کے دامن پر رہ گئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کی وہ خواہش ٹوٹے اور وہ اس پر صبر کرے اور جب وہ میرے پاس آئے تو اس کے لئے سوائے جنت کے اور کچھ نہ ہو۔‘‘

خود احتسابی کی ضرورت

میرے عزیزو! یہ اللہ کا نظام ہے۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا احتساب ضرور کریں کہ آنے والی مصیبت کس نوعیت کی ہے؟ اگر اللہ کے فضل وکرم سے توبہ تائب والی زندگی گزار رہے ہیں، اللہ کی نافرمانیاں زندگیوں میں نہیں ہیں اور پھر بھی آزمائشیں آرہی ہیں تو پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں، پھر تو اللہ اس انداز سے بھی دے رہا ہے۔ پھر اس بات پر شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ پاک نے ہماری سیاہ کاری اور گناہ گاری کے باوجود ہم پر اپنی رحمتوں کی برسات کی ہوئی ہے، جس پر اس رحیم رب کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی کہنے، سننے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.



دورِ حاضر کے فتنے

موجودہ دور میں ہر شخص کسی نہ کسی آزمائش یا فتنے میں مبتلا ہے۔
کوئی اولاد کی آزمائش میں ہے، کوئی مال ودولت کے فتنے میں ہے، کوئی عورت کے فتنے سے متاثر ہو کر اپنا ایمان خطرے میں ڈال رہا ہے، کوئی روشن خیالی اور اہلِ کفر کی مادی ترقی سے مرعوب ہو کر اپنا دینی سرمایہ ضائع کر رہا ہے اور کوئی شہوت پرستی میں پڑ کر اپنی اسلامی زندگی گنوار رہا ہے۔
ان تمام آزمائشوں اور فتنوں سے نجات کے لئے پیارے رسول ﷺ کی پیاری شریعت ہماری بہترین رہنمائی کرتی ہے۔
فتنوں کے موضوع پر ہونے والے مولانا عبدالستار صاحب مدظلہم کے بیانات کو کتابی شکل میں پڑھنے کے لئے آج ہی اس کتاب کا مطالعہ فرمائیے اور آزمائشوں اور فتنوں سے نجات کی راہ اپنائیے۔

ناشر: مکتبہ فہمِ دین، ڈیفنس فیز ۴
فون: 4255122 -021
www.fahmedeen.org